اسلامی سال نو کا پیغام

اُمت مُسلمہ کے نام

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ان عـدة الشهـور عـنـد الله اثنا عشرا شهراً فی کتاب الله یوم خلق السموٰت والارض منها اربعة حرم ذالک الدین القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم و قاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافه،واعلموا ان الله مع المتقین.﴾

''اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں۔اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان و زمین' ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔سو اِن میں اپنے اوپر ظلم مت کرو اور سب مشرکوں سے ہر حال میں لڑو جیسے وہ تم سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور جان لو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔'' (پارہ:۱۰، التوبہ، آیت ۳۶)

اسلام میں دنوں ،مہینوں اور سالوں کی حیثیت وہ نہیں جو دیگر اقوام میں تھی یا اب بھی ہے۔نبی اکرم ﷺ نے صرف دو عیدوں کو شرعی حیثیت بخشی اور بس! مگر مسلمانوں نے کافرانہ تہذیبوں کے اختلاط اور ان کے سماجی رسم ورواج سے متاثر ہو کر یا مقابلہ وتقابل میں مبتلا ہو کر اسلامی تہواروں کی وہ کثرت پیدا کی کہ دوسری قوموں سے ہیچ ہو کر رہ گئے۔اسی طرح کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے سالِ نو کے آغاز کو ہندومت سے متاثر ہو کر رونے پیٹنے اور سر میں خاک ڈالنے کی رسوم بد کے لیے مخصوص کر دیا۔حالانکہ خیر وبرکت اور مبارک وسعادت سے ہونا چاہیے۔

نئے اسلامی سال کا پیغام یہ ہے کہ اسلام کو ماننے والے اس کی حاکمیت کو بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کر لیں۔مصلحت وقت، پالیسی اور عقلیّت کے پیچھے نہ بھاگیں۔اسلام اور عقل دونوں اللہ کی نعمتیں ہیں۔عقل کی نعمت اس لئے بخشی کہ تمدن پیدا کیا جائے، معاشرہ میں سلامتی کی راہ ہموار کی جائے اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے بغیر سلامتی کا تصور ہی ادھورا ہے۔سلامتی' اسلام کو تسلیم کرنا ہے۔اسی سے سلاست روی جنم لیتی ہے۔انسانیت کا اونچا مقام و مرتبہ یہی ہے کہ عقل سلیم اور فہم مستقیم سے اس دار العمل کو کارگاہِ خیر بنا دیا جائے۔

تمدن اور سلامتی معاشرہ میں خیر غالب سے عبارت ہے اور جو عقل' خیر کو غالب نہیں کر پاتی ،عقل نہیں جہل ہے۔قرآن کریم میں اسی عقل سلیم کو غور وفکر کی بار بار دعوت دی گئی ہے اور ان مفکرین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اسی کی

بنیاد پر پوری کائناتِ انسانی اور اہل ایمان کو دوہری دعوت دی گئی ہے۔ایک جگہ اہل ایمان کو خصوصی خطاب کیا گیا ہے۔

﴿یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ و لا تتبعوا خطوات الشیطٰن﴾

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع مت کرو۔''(پارہ:۲،البقرۃ،آیت:۲۰۸)

ایمان والوں کو دوبارہ دامن اسلام میں مکمل آ جانے کی دعوت حکم کی صورت میں دی جارہی ہے۔ایسا کیوں ہے؟عقل وبصیرت والے غور کریں، تفکر کریں تو جواب مل جائے گا کہ ایسا اسلام جو تن آسانیاں بخشے، راحتیں وافر عطا کرے، جس میں کلفتیں، آسائشوں میں تبدیل ہو جائیں وہ اسلام تو قبول کرلیا جائے لیکن ایسا اسلام جو نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطابق سراپا جہد زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہو، جس میں وقت، مال وجان اور عزت وآبرو بھی قربان کرنا پڑے، مشکلوں، مصیبتوں اور آفتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا پڑے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح موت کو سرابِ زندگی سے زیادہ لذیذ ماننا پڑے۔وہ اسلام نہ قبول کیا جائے۔تو یاد رکھیے! یہ اسلام من پسند تو کہلائے گا، خدا پسند نہیں۔اور ایسے مسلمان اسلام کی اپوزیشن سمجھے جائیں گے۔اس لئے کہ اسلام کی عملی تصویر صحابہ کرامؓ نے پیش کرکے بتا دیا کہ اسلام میں پورا داخل ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اگر ہمارے سامنے لاکھوں صحابہؓ کی زندگی نہ ہوتی تو اتباع کا مسئلہ یقیناً سوال بن جاتا۔لیکن اب تو موجودہ مسلمان اور ان کا اسلام جو سلامتی سے محروم ہے، سلامت روی سے مہجور ہے، تمدن اور خیر غالب سے دور ہے، خود سوال بن کے رہ گیا ہے۔اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موجودہ مسلمان خوردہ فروش سے لے کر حکمران تک سیاست، مصلحت، وقت کی نزاکت، حالات کا تقاضا، پالیسی، حکمتِ عملی، لبرل ازم، روشن خیالی اور سائنٹیفک اپروچ ایسے خوبصورت الفاظ کی بدصورت تفسیر کا صیدِ زبوں ہے۔اور یہ بربادی ''خطوات الشیطٰین'' کی اتباع کی بدولت ہے۔

اللہ نے اسلام نازل کیا تو اس کے نفاذ اور اس کی حاکمیت کے قیام کیلئے اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بخشا یعنی قانون اور طریقۂ نفاذ دونوں عطا فرمائے۔ایسا ہرگز نہیں کہ شریعت تو دے دی مگر اس کے نفاذ کیلئے ہماری سوچ اور اپروچ کو معیار اور سند بنا دیا گیا ہو۔پس ایسے لوگ جو خود کو سند بناتے اور منواتے ہیں۔اپنی تعبیر کو اللہ کی منشا کہتے ہیں اور اپنی تفسیر کو اللہ کا فیصلہ کہہ کر سناتے اور مخلوق کو بہکاتے ہیں، قرآن نے انہی لوگوں کو کہا ہے۔

﴿لا یُفْلِحُوْنَ﴾ ''وہ کامیاب نہیں ہوں گے''

قرآن ان لوگوں سے یوں بھی مخاطب ہوتا ہے:

﴿مَالَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو''؟

خدا جانے تمہیں کیا ہوگیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

اس بدحالی میں جوقوم یا جماعت فلاح کے لئے غیروں کے دروازے سے خیر کی بھیک مانگتی ہو، بار بار در بدر خاک بسر ہوتی ہو،قرآن انہیں کہتا ہے:

﴿لَابُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَاحِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾

''اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں سواُس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا۔''(پارہ:۱۸،المومنون،آیت:۱۱۷)
یعنی دنیاوآخرت کے گھاٹے کے سوا انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ شخص جواپنے آپ کومسلمان کہتا ہے اُسے کسی صورت میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے صرف دنیا کی زندگی کے لیے وقف ہو کے رہ جائے۔صرف دنیا کی زندگی کے لیے جدوجہد تو کافروں اورمشرکوں کا مطمح نظر ہے کیوں کہ موت کے بعد کی حیاتِ طیبہ پر ان کا عقیدہ ویقین نہیں ہے اور مسلمان کہلانے والوں کا تو یقین ہی یہ ہے کہ''الدنیا مزرعۃالاخرۃ'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے(ارشادِ رسول علیہ السلام)یعنی کاشت دنیا کی زندگی میں کرنی ہے اور کٹائی موت کے بعد کرنا ہے مسلمانوں کی ساری جدوجہد کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے تمام شعبوں میں جُہد للبقاء،اورارتقاء، کے نام پر جتنی محاذ آرائی کی جارہی ہے اس محاذ آرائی کا رُخ موڑ دیا جائے اوراس جُہدِ للبقاءاورارتقاء انسانی کا مرکزی فکر جُهـد لِلـعُقبیٰ بنادیا جائے۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان ایک مرتبہ پھر ترقی،ارتقاء،اکتشافات ،اورعلم کے زُعم میں تنزل،رجعت،گم گشتگی اور جہالت کے لق ودق صحرااور وادیٔ فنا میں اتر جانے کیلئے سرپٹ دوڑتا ہے۔ ان حالات میں دعوتِ احرار یہ ہے کہ عام مسلمان جوغفلت وخواہشات کی ابلیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں جھجھوڑا، جگایا اورآزاد کرایا جائے۔محض دنیا کی جھوٹی تمناؤں میں گھری ہوئی امت کی کشتی کوساحلِ مراد تک پہنچایا جائے۔ تا کہ اُمت کو دنیاوی سلامتی واُخروی فلاح ونجات مل سکے۔دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم مل کر ایک مضبوط طریقہ کار سے اپنے آپ کو انبیاء،صدیقین،شہداءاور صالحین کی روشن راہ پر ڈالیں کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر منزل مراد حاصل کی جاسکتی ہے۔یہی وہ راستہ ہے جسے قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک لفظوں میں بزبان حضور خاتم النبیین ﷺ یوں بیان فرمایا۔

﴿وَ اَنَّ هٰـذا صِـرَاطِـیْ مُسْتَقِیْماً فَا تَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُو السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ○﴾

''تحقیق بےشک وشبہ یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے(صراطِ مستقیم ہے)تم اسی راہ پر چلواور دوسرے راستوں پر مت چلو(دیگر نظامِ زندگی مت اپناؤ)پس وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جُدا کردیں گے۔ اسی کی تاکید ہے تمہیں' تاکہ تم دوسرے راستوں سے بچو۔''(پارہ:۸،الانعام،آیت:۱۵۳)

اس راستے کے تمام راہ نوردوں کو یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اس راستے پر چلتے ہوئے قربانی وایثار کی بلند صفتیں اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہیں کیونکہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی دیگر صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ ایثار وقربانی ان کی بنیادی خصوصیت اور صفت قرار دی گئی ہے۔

﴿یُؤْثِرُوْنَ عَلٰیٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

''وہ اپنی جانوں کا ایثار کرتے ہیں اگر چہ خود فاقہ سے ہوں۔'' (پارہ:۲۸، الحشر، آیت:۹)

ہم نے جب اس راستہ پر چلنے کا قصد کیا ہے اور منزل تک پہنچنے کا عزم کیا ہے تو پھر ہمیں بھی ایثار کرنا ہے۔ کس چیز کا ایثار؟

وقت کا، مال کا، جان کا ایثار، ہمت کا، توانائی کا، عزم کا ایثار، ذہانت کا، دیانت کا شعور کا ایثار

غرض یہ کہ وہ تمام توانائیاں جو انسانی معاشرہ کے باطنی حسن و جمال کو اجاگر کریں اور سماج کے ظاہری نظام کو رعنائیاں بخشیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں۔ اس راہ میں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے صَرف اور قربان کر دی جائیں۔ کیونکہ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کا کام ایسا خوبصورت، حسین وجمیل، پرکشش، سُہانا اور من بھاونا ہے کہ اس پر عزت وناموس بھی نثار ہو جائے تو یہ سودا ستا ہے مہنگا نہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (پارہ:۱۱، التوبہ، آیت:۱۱۱)

''بے شک اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔''

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جاوبے جا اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں بلکہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے نتائج پر غور وفکر کر کے پھر عملی قدم اُٹھایا جائے تا کہ عاقبت میں بے تدبیری کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔ بہ قول حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ:

زمینِ شور سنبل بر نیارد
درو تخمِ عمل ضائع مگر داں

شور، کلر اور سیم زدہ زمین پھول نہیں اُگاتی، اس میں عمل کا بیج ڈال ڈال کے بیج برباد نہ کر۔

اور حضور رحمت اللعالمین ﷺ کو اللہ پاک نے فرمایا:

﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾

''شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں، رنج کرتے جان دے دیں گے۔'' (پارہ:۱۹، الشعراء، آیت:۳)

یعنی ان کی پروا اور فکر چھوڑیں، آپ کے ذمہ صرف بلاغ وابلاغ ہے۔ اس راہ کی مشکل گھاٹی بھی یہی ہے کہ صراط مستقیم پر امت کو لاتے لاتے آدمی تھک جاتا ہے اور حالت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ چہرہ پژمردہ، اعصاب شکستہ، دل

گرفتہ، تھکا تھکا سا، اندر سے ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا آدمی، کھویا کھویا سا نظر آتا ہے۔ مگر اس کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ کسی اور کو منوانا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ پکارنا، بلانا، صدا لگانا ہمارے ذمہ ہے اور بس، دلوں کی دنیا بدلنے والا صرف اللہ ہے اور وہی ہے جو خزاں کو بہار میں بدلتا ہے۔ پس اپنی ظاہری محنت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر ہدایت کی بھیک مانگنا یہ بھی فرض ہے۔ گویا ہدایت عامہ کیلئے اجتماعی دعا و درخواست انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کا شیوہ ہے۔ ظاہری وسائل کی فراوانی اس وقت تک ہدایت پیدا نہیں کرتی جب تک آہِ نیم شبی اور دعاء سحر گاہی کا آمیزہ ان وسائل کی روح نہ بن جائے اور یہی وہ دعوت ہے جو رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

پھر ہماری دعوت تو رہبانیت سے پاک ہے۔ ہم تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا رخ موڑنا چاہتے ہیں' مگر ایسے کہ آدمی نہ تو دنیا اور اس کی لذتوں کا بھکاری بن کر رہ جائے اور نہ ہی لبادۂ مکر اوڑھ کر لوگوں کی آرزوؤں کا قتل کیا جائے اور نہ ہی کارکنوں کو معاشی مصیبتوں میں گرفتار کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیار حق حیات طیبہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعوت عام کرنی ہے۔

ہماری تمام گزارشات آپ نے پڑھ لیں، ان پر دل کی گہرائی میں ڈوب کر غور وفکر کریں، پھر قلزمِ دل سے اٹھنے والی صدائے لاہوتی پر لبیک کہتے ہوئے ایک جذبۂ صادقہ سے مرصع ہو کر آئیں اور ہمیں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں تاکہ ہم آپ کی رفاقت میں اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے حوادث کا رخ موڑیں۔ ثقافت کے طوفان کو روکیں، عداوتوں کا منہ توڑیں اور بغاوتوں کے عفریت کو موت کی وادی میں دھکیل دیں۔ آپ کی رفاقت ہماری حوصلہ افزائی کرے گی، دل بڑھائے گی اور ان شاء اللہ دین کے ارتقائی عمل کو جاری وساری رکھنے کا موجب ہوگی، پھر ہم بھرپور قوت سے منزلِ مراد پاکے رہیں گے۔ اور......اگر......خدانخواستہ......ہم اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے، اپنے جانکاہ عمل کا نتیجہ نہ پا سکے اور صراطِ مستقیم پر اپنی طاقت کے مطابق چل کر بھی دنیا میں منزل مقصود حاصل نہ کر سکے تو یقین کیجئے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں جو حیات طیبہ کہلاتی ہے۔ مجھ سے یا آپ سے ہرگز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم کتنے کامیاب ہوئے، تمہاری محنت کا حاصل کیا نکلا؟ تمہاری بے پناہ جدوجہد کا انجام کیا ہوا؟ بلکہ پوچھا جائے گا تو صرف یہ کہ تمہیں جس قدر نعمتیں اور جتنی توانائیاں بخشی گئی تھیں۔ تم نے میری مخلوق کی دنیا و آخرت کی بھلائی کیلئے کس قدر صرف کیں؟......کہاں کہاں یہ قوتیں استعمال کیں، کن مقاصد کو تم نے فکر وشعور کا مرکز بنایا، بینائی وتوانائی، دولت وطاقت، جانِ نازک اور عزت وآبرو غرض تم نے کہاں پر ساری نعمتیں کھپا دیں۔ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کیلئے یہ سب کچھ اگر کھپا دیا اور لگا دیا تو قبر وحشر میں ان شاء اللہ جواب دے سکیں گے کہ اے اللہ! ہم عاجزوں نے آپ کی بخشی ہوئی تمام نعمتیں، قوتیں اور تمام توانائیاں آپ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے بے دریغ لٹا دیں کیونکہ آپ کے نبی گرامی خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد روح کی گہرائی میں رچ بس گیا تھا۔

﴿اَلخلق کلھم عیال اللہ فاحسن الخلق الی اللہ احسنھم خلقاً اِلَیھم﴾

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ پس مخلوق میں سے اللہ کو وہ بھاتا ہے۔ جو مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔''

اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ مالی طور پر ناداروں پر مال نثار کیا جائے اور دینی طور پر ناداروں محتاجوں اور بے کسوں پر اپنی ظاہری و باطنی توانائیاں نثار کر کے انہیں شیطان کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

﴿الیس منکم رجل رشید﴾

''کوئی ہے جو بڑھ کے امت کی آبرو بچالے۔''

کامیابی، اصلاحِ انقلاب، اور فلاح کی ایک ہی صحیح راہ ہے، ایک ہی طریقہ ہے اور ایک ہی صورت ہے جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بتا دیا۔ وہی حق ہے اور وہی آفاقی سچ ہے۔

﴿لا یُصلِحُ آخِرھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا بِمَا صَلُحَتُ اَوَّلُھَا﴾

''اس امت کے آخر کی اصلاح و فلاح اسی طریقہ سے ہوگی جس سے اوّل کی اصلاح ہوئی۔'' (الحدیث)

جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر ملکی سلامتی کیلئے، قوم کی سلامت روی کے لئے، خیر غالب اور شر مغلوب کرنے کے لئے نئے سال کا نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر اٹھیں۔ اس بھولے ہوئے سبق کو پڑھیں اور تازہ کر کے عہد کریں اور تجدید میثاق کریں۔

ہے سربسر تباہی انسان کی حکومت
قائم کرو جہاں میں قرآن کی حکومت

﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ﴾

''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔'' (پارہ:۱۳، یوسف، آیت:۴۰)

﴿اَلَا لَہٗ الْخَلْقُ وَالْاَمْر﴾

''سن لو! اسی (اللہ) کا کام ہی پیدا کرنا اور حکم فرمانا'' (پارہ:۸، الاعراف، آیت:۵۴)

﴿فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْر﴾

''اب وہی حکم سب سے بڑا ہے جو اللہ کرے'' (پارہ:۲۴، المؤمن، آیت:۱۲)

﴿وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾

''اور جو کچھ اللہ نے اتارا، اس کا حکم نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔'' (پارہ:۶، المائدۃ، آیت:۴۴)

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتان آذری